AL-QALAM القلم
ISSN 2071-8683 E-ISSN 2707-0077
Volume 25, Issue, 1, 2020
Published by Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab, Lahore, Pakistan.

کتاب المصاحف اور مقدمہ آرتھر جیفری کا تنقیدی واختصاصی مطالعہ

A special and critical study of the Book of Musahif and Prolegomena of Arthur Jeffory

**** Dr. Muhammad Munir Azhar***
*****Dr. Hafiz Hamid Hammad***
******Hafiz Abdul Azeem***
*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Islamic University Bahawalpur
** Lecturer, Department of Islamic Studies, GC University, Faisalabad
***M.Phil. Scholar, Rafah International University, Faisalabad Campus

Abstract

The Holy Quran is based on the greatest and noblest literature. The arrangement, collection, narration and science of recitation of holy Quran is the basic kinds of Quranic literature. Much has been written about these topics. ``*kitab -ul-masahif*``by Ibne Abi Dawood is one of important books written in this era. This book is written according method of *Muhaddseen* and discusses about the narrations and collections of Quran from the followers of the Holy Prophet. It also talks about the pattern of compilers. Based on correct and fruitful knowledge. Although some unauthentic narrations are also presented in this book. That is the reason of preference to this book by some verifiers or orientalists. This article is a well step to give a complete introduction of this important source of knowledge.

قرآن مجید بہت سے افضل اور اشرف علوم پر مشتمل ہے،ان بنیادی علوم میں سے علم قراءت، رسم مصحف اور جمع و تدوینِ قرآن ہیں جن کے حوالے سے بہت کچھ لکھا گیا ہے، اس موضوع کی اولین کتابوں میں سے ایک اہم کتاب "کتاب المصاحب" بھی ہے، یہ کتاب تدوینِ قرآن اور صحابہ کرام کے لکھے ہوئے مصاحف پر بحث کرتی ہے۔یہ محدثین کے طریقہ پر لکھی گئی کتاب ہے جس میں نہایت مفید اور درست معلومات ہیں جب کہ کچھ کمزور روایات بھی پائی جاتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب قرآنی موضوعات پر تحقیق کرنے والے بہت سے محققین کا مرجع رہی ہے۔زیرِ نظر مقالہ میں ہم نے اس کا ایک تعارف اور تجزیہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔

امام ابن ابی داود رحمہ اللہ کا تعارف

ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان امام ابو داؤد صاحب سنن کے صاحب زادے ہیں، ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے۔

عبداللہ بن سلیمان بن اشعث بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران ازدی سجستانی ہے اور ان کی کنیت ابو بکر ہے۔ان کی ولادت باسعادت ۲۳۰ھ کو سجستان شہر میں ہوئی۔[1]

ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم امام ابوداود رحمہ اللہ سے حاصل کی،ان کے والد محترم کا شمار آئمہ حدیث میں ہوتا ہے،ان کی عظیم مرتبہ کتاب سنن أبي داؤد حدیث کی امھات الکتب میں شامل ہے جو فن حدیث کے علاوہ فقہ کا بھی بہترین ذخیرہ ہے اور جملہ فقہائے کرام کے فقہی متدلات کا بڑا مجموعہ ہے۔امام ابوداودرحمہ اللہ علم کے حصول کی خاطر سفر میں اپنے بیٹے کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے،امام صاحب ان کو خراسان، جبال،اصبہان، فارس،بصرہ،بغداد، کوفہ، مدینہ، شام، مصر،اور ثغور کے علاقوں میں اپنے ہمراہ لے کر گئے جہاں سے وہ اپنے مشائخ سے شرف تلمذ حاصل کرتے رہے۔[2]

ابن ابی داود کے شیوخ وتلامذہ

آپ کے بہت سے مشائخ ہیں، محب الدین واعظ نے نوے(90)اساتذہ کاذکر کیا ہے ذیل میں چند کاذکر کیا جاتا ہے:

احمد بن ازھر،اسحاق بن ابراھیم کھشلی، محمد بن بشار، محمد بن مثنی،یوسف بن موسی قطان۔[3]

آپ سے فیض یافتگان کی کثیر تعداد ہے،چند اہم نام درج ذیل ہیں:

احمد بن محمد بن سلام ابو جعفر الطحاوی،امام علی بن عمر دارقطنی،عبدالرحمن بن ابی حاتم،ابو حفص عمر بن شاھین صاحب تصانیف کثیرہ،ابو بکر بن مجاہد بغدادی صاحب کتاب ''السبعۃ''،ابواحمد محمد بن محمد حاکم کبیر۔[4]

ابن ابی داود رحمہ اللہ نے 316ھ کو وفات پائی۔[5]

ابن ابی داود کا عقیدہ ومسلک

ابو بکر عبداللہ بن ابی داود رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت میں شمار کیے جاتے تھے اور فروع میں حنبلی تھے۔ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ان کو ایسے آئمہ میں شمار کیا ہے جو صفت علو کو مانتے تھے اور اسی طرح ان کے عقائد کو جاننے کے لیے بہترین ذریعہ ان کی اپنی تصنیف منظومہ حائیہ ہے جو اصول عقیدہ پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے اپنے والد،امام احمد اور دیگر آئمہ سے منقول عقیدہ کو نقل فرمایا ہے اور آخر پر فرمایا ہے:

''کہ یہ میرا،میرے والد اور امام احمد کا عقیدہ ہے،اسی طرح جن اہل علم کو ہم نے پایا یا ان کی بات ہم تک پہنچی ہے،ان سب کا یہ اعتقاد ہے اور جو اس کے علاوہ کسی عقیدہ کو میری طرف منسوب کرے تو وہ جھوٹ کہتا ہے۔''[6]

امام ابن ابی داود کی توثیق

امام ابن ابی داود رحمہ اللہ کے بارے میں توثیق و تجریح دونوں منقول ہیں:

جمہور آئمہ جرح و تعدیل نے ابن ابی داود کو ثقہ قرار دیا ہے،ابو حامد بن اسد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"میں نے عبد اللہ بن سلیمان بن اشعث جیسا عالم نہیں دیکھا" [7]

ابو محمد خلال اور صالح بن احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں:" ابو بکر عبد اللہ بن سلیمان رحمہ اللہ اہل عراق کے امام ہیں ،انہوں نے مختلف شہروں کے علماء سے علم حاصل کیا۔ سلطان نے ان کے لیے منبر بنایا جس پر بیٹھ کر وہ اس کے سامنے احادیث بیان کرتے تھے"۔[8]

امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"یہ ثقہ تھے لیکن حدیث میں کافی غلطیاں کیا کرتے تھے۔"[9]

ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" اصحاب حدیث کے ہاں مقبول ہیں،ان کے والد نے ان کے بارے میں جو کلام کیا ہے، مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ اس کی کیا وجہ ہے" [10]

ابن ابی داود پر جرح

بعض آئمہ و محدثین نے ابن ابی داود پر جرح بھی کی ہے،ان میں خود ان کے والد محترم امام ابو داود پیش پیش ہیں:

امام ابو داود فرماتے ہیں:"ابنی عبد اللہ ھذا کذّاب" میرا بیٹا عبد اللہ جھوٹا ہے۔[11]

ابن صاعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "کفانا ما قال أبوه فیه" " ابن ابی داود کے بارے میں ہمارے لیے وہی بات کافی ہے جو ان کے والد محترم نے ان کے حق میں کہی ہے۔[12]

ابراھیم اصبہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"عبد اللہ بن ابی داود کذاب ہے"۔[13]

امام ذہبی رحمہ اللہ ابن صاعد کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں: ابن ابی داود کے بارے میں ابن صاعد کے قول کا اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ ان میں عداوت و مخاصمت معروف تھی،ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کا مرتبہ گھٹایا........ ہم اقران (ہم عصروں) کی آپس میں کلام کو قبول نہیں کرتے لہذا وہ دونوں ہی ثقہ ہیں" ۔[14]

امام ابو داود نے اپنے بیٹے پر جو جرح کی ہے اس کے کئی جواب دیے گئے ہیں،ان میں سے مشہور درج ذیل ہیں:

(ا) امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"اگر یہ جرح صحیح سند سے ثابت ہو تو اس سے مراد دنیاوی کلام میں جھوٹ ہے نہ کہ حدیث نبوی ﷺ میں، اور امام صاحب کا یہ قول عبد اللہ کی جوانی کے وقت کا ہے بعد میں جب عبد اللہ خود امام بن گئے تو یہ بُری عادت بھی ان سے جاتی رہی" ۔[15]

(۲) کتاب المصاحف کے محقق ڈاکٹر محب الدین عبد السبحان واعظ کا کہنا ہے کہ امام صاحب نے اپنے بیٹے کے بارے میں یہ بات اس لیے کہی تھی کہ وہ اپنے علم کے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہم تھے اور اپنے علمی دعوؤں میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے تھے، اس کی تصدیق ابن ابی داود کے اس مکالمے سے بھی ہوتی ہے جو ان کے اور شیخ ابو زرعہ رازی کے مابین ہوا اور خود ابن ابی داود نے اس کو نقل کیا ہے۔

ابن ابی داود فرماتے ہیں: ''میں نے ایک دن ابو زرعہ رازی سے کہا: مجھے امام مالک رحمہ اللہ کے غرائب میں سے کوئی حدیث بیان کریں تو شیخ ابو زرعہ رحمہ اللہ نے وھب بن کیسان رحمہ اللہ کی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت بیان کی: ''لا تحصی فیحصی علیک'' اس روایت کو انھوں نے عبد الرحمن بن شیبہ سے بیان کیا حالانکہ وہ ضعیف راوی ہیں. [16] میں نے اس پر امام ابو زرعہ سے کہا: آپ اس روایت کو مجھ سے نقل کریں میں نے احمد بن صالح سے سنا وہ عبد اللہ بن نافع سے اور وہ امام مالک سے نقل کرتے ہیں، اس پر ابو زرعہ ناراض ہو گئے اور میرے والد سے شکایت کرتے ہوئے کہا: دیکھو تیرا بیٹا مجھے کیا کہتا ہے؟ ابن ابی داود کا یہ بھی کہنا تھا کہ ابراھیم الحربی کو جتنی روایات یاد تھیں وہ سب انھیں بھی یاد تھیں اور ان کے پاس ابراھیم الحربی سے زیادہ علم تھا کیونکہ وہ ستاروں کا علم نہیں جانتے تھے۔ [17]

(۳) یمن کے مشہور محقق اور عالم عبد الرحمن بن یحیی المعلمی کا کہنا ہے کہ ان کے بارے میں ان کے والد کی یہ بات ثابت نہیں ہے اگر یہ ثابت ہو تو مراد قضاء کی اہلیت کا دعوی کرنے کی بنا پر ان کو جھوٹا کہا ہے کیونکہ عام محدثین کی طرح امام ابو داؤد بھی عہدہ قضاء سے دوری کو پسند کرتے تھے، ابن ابی داود اپنے آپ کو قضاء کا اہل بتلاتے تھے جس پر ان کے والد محترم نے انہیں جھوٹا کہا۔ [18]

بظاہر ڈاکٹر محب الدین واعظ کی تاویل بہتر محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس میں جرح کے سبب کی ایک حد تک وضاحت کر دی گئی ہے۔ لہذا اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ اپنے فن میں ایک حد تک معتبر امام ہیں جب تک وہ دوسرے ثقات کی مخالفت نہ کریں لیکن اگر ان سے منقول روایات قابل اعتماد ثقہ راویوں کی روایت کے خلاف ہوں تو ایسی صورت میں فیصلہ ثقات کی روایت کے مطابق ہی ہوگا، واللہ أعلم بالصواب۔

کتاب المصاحف کے نسخے

اس کتاب کے دو نسخے معروف ہیں: نسخہ ظاھریہ اور نسخہ شستر بیتی

نسخہ ظاھریہ پہلا نسخہ ہے جو کہ دار الکتب الظاھریہ مصر میں موجود ہے، کتاب کی قراءات اور سماع کے بارے میں درج اسناد سے یہ اشارے ملتے ہیں کہ یہ نسخہ 541ھ سے پہلے لکھا گیا تھا، سماعت کتاب کی اسناد اور تواریخ نسخے میں موجود ہیں، یہ نسخہ 98اوراق پر مشتمل ہے، ہر ورق میں 20سے 23سطریں ہیں۔

نسخہ شستربیتی دوسرا نسخہ ہے جو مشہور مستشرق آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق اس کی لائبریری میں موجود ہے، ہر ورق میں تقریبا 21 سطریں ہیں، اس نسخے کے کاتب محمد المقدسی نابلسی ہیں، کتابت سے فراغت 19 ذی القعدہ 1150ھ میں ہوئی۔ آرتھر جیفری کے بیان کے مطابق یہ نسخہ بھی نسخہ ظاھریہ سے منقول ہے، جب کہ ڈاکٹر محب الدین واعظ کا کہنا ہے کہ یہ نسخہ ایک دوسرا نسخہ ہے جو نسخہ ظاھریہ سے منقول نہیں ہے کیونکہ اس میں شروع کا صفحہ موجود ہے اور کئی ایک مقامات پر نسخہ ظاھریہ سے اختلافات بھی موجود ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بھی کسی دوسرے مستقل نسخے سے منقول ہے، بذاتہ یہ کوئی مستقل نسخہ نہیں کیونکہ یہ 1150ھ میں لکھا گیا تھا۔

پہلے نسخے سے مزید دو نسخے تیار کیے گئے، ان میں سے ایک 1342ھ میں تیار ہوا اور دار الکتب المصریہ مصر میں موجود ہے اور دوسرا 1344ھ میں تیار ہوا جو مکتبہ علمیہ عالیہ پاکستان میں موجود ہے[19]۔ لیکن ڈاکٹر محب الدین واعظ کے بقول ان دونوں نسخوں میں کتابت کی کافی غلطیاں موجود ہیں، علاوہ ازیں اصل نسخہ ظاھریہ کی موجودگی میں ان کی اہمیت کم رہ جاتی ہے، خلاصہ یہ ہے کہ اصل نسخہ ظاھریہ ہی ہے جو قابل اعتماد ہے۔[20]

کتاب المصاحف کی طبعات

اس کتاب کو سب سے پہلے مشہور مستشرق آرتھر جیفری نے اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کیا جو کہ پہلی دفعہ 1355ھ/1936ء میں قاہرہ سے طبع ہوئی۔ اس کتاب پر اس نے بڑی جانفشانی سے کام کیا ہے جو کہ اس کتاب پر پہلا کام ہے۔ تاہم چند مقامات پر کسی راوی کے حوالے سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں مثلا عبداللہ بن محمد بن خلاد راوی کے بارے میں فرماتے ہیں مجھ کو ان کے بارے میں معلوم نہیں ہے حالانکہ ابن حبان نے اس راوی کو اپنی کتاب ''ثقات'' میں ذکر کیا ہے[21]، اسی طرح دراسہ کرنے میں زیادہ تفصیل میں نہیں جاتے حالانکہ ایک محقق کو چاہیے کہ وہ تمام روایات کا پورا دراسہ کر کے کوئی حتمی فیصلہ کرے۔ ایسے ہی بعض جگہ پر عبارت کو نہ سمجھنے کی بنا پر انہوں نے کچھ اضافے بھی کیے ہیں۔

اس کے بعد جامعہ ام القری کے پروفیسر ڈاکٹر محب الدین عبدالسبحان واعظ نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے کے طور پر اس کتاب پر کام کیا اور اس کے نسخہ ظاھریہ کو بنیاد بناتے ہوئے اس کا ایک محقق نسخہ شائع کیا ڈاکٹر محب

الدین واعظ کا یہ مقالہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔اس کی پہلی اشاعت 1995ء میں اور دوسری 2002ء میں ہوئی۔ یہ کتاب دار البشائر الاسلامیہ بیروت سے شائع ہوئی۔ڈاکٹر محب الدین کی یہ کتاب عمدہ تحقیق کا نمونہ ہے جس میں نص کتاب کی تحقیق کے ساتھ ساتھ روایات کی تحقیق بھی پیش کی گئی ہے۔

تیسرا نسخہ ابو اسامہ سلیم بن عید الھلالی حفظہ اللہ تعالی کا ہے جن کا شمار امام ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کے مایہ ناز شاگردوں میں ہوتا ہے۔ یہ نسخہ انتہائی مفید ہے ھلالی حفظہ اللہ تعالی نے اپنی مکمل کاوش اور دل لگی کے ساتھ اس کو لکھا ہے،اس نسخے کو پڑھنے کے بعد جامع مواد سامنے آتا ہے یہ نسخہ باقی نسخوں سے زیادہ مفید ہے، مکمل دراسہ کرنے کے بعد روایت پر حکم لگاتے ہیں۔اور اس میں ان کی مہارت مسلمہ ہے۔اس مضمون میں اسی نسخے پر اعتماد کیا گیا ہے اور اسی کتاب کے مطابق حوالہ جات دیے گئے ہیں،اس نسخہ میں کتاب پر تفصیل کے ساتھ بحث و تمحیص کی گئی ہے اور مستشرق آرتھر جیفری کا مدلل جواب بھی دیا گیا ہے۔

آرتھر جیفری کی تقدیم

زمانہ نزول قرآن سے لے کر آج تک بہت سے عناصر کی کاوش رہی ہے کہ قرآن مجید جو کہ مسلمانوں کے عقیدہ اور عمل کی بنیاد ہے،اس میں شکوک و شبہات کا راستہ تلاش کریں،اسلامی شریعت کے بنیادی مصادر کتاب و سنت میں اگر یہ ممکن ہو کہ ان سے لوگوں کا اعتبار اٹھ جائے تو یہ ان کی بڑی کامیابی ہے،اس طرح وہ دین اسلام کے مسلمہ اصولوں میں قدح اور شکوک و شبہات پیدا کر سکتے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی بیسویں صدی عیسوی کے مستشرق آرتھر جیفری کی کاوش ہے جو کتاب ''المصاحف'' پر مقدمہ کی شکل میں ہے ،اس مقدمہ میں تحقیق کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اس میں اس نے قرآن مجید کے متعلق کئی ایک شکوک و شبہات کو ہوا دینے کی کوشش کی ہے۔قرآن مجید کے بارے میں بعض شکوک و شبہات کو اس طرح پیش کیا ہے جیسے وہ مسلمہ اصول ہوں،وہ اپنے مقدمہ میں لکھتا ہے:

''اہل نقل (مسلم علماء) نے قدیم لوگوں کی آراء پر اور ان تخیلات پر اعتماد کیا ہے جو انہوں نے اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں پائے یا لوگوں نے انہیں ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک منتقل کیا ہے''۔[22]

آرتھر جیفری کہتا ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے وقت امت مسلمہ کے پاس قرآن مجید لکھا ہوا موجود نہ تھا[23] حالانکہ اس بات کو اہل دانش و بینش، محدثین اور مؤرخین اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت قرآن کریم لکھا ہوا موجود تھا اور آپ ﷺ نے لکھنے کا حکم بھی دیا تھا اور اس کے بیسیوں دلائل موجود ہیں کہ صحابہ

کرام نے آپ کا حکم مانتے ہوئے قرآن کریم کو بعینہ ویسے لکھا جیسے وہ نازل ہوا، اگر لکھا ہوا موجود نہ تھا تو سیدنا عمر فاروق رضي الله عنہ کا سیدنا ابو بکر صدیق رضي الله عنہ کو یہ کہنا کہ آپ سارا قرآن ایک جگہ جمع کروادیں تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ایسے ہی اس کا یہ اعتراض کہ صحابہ کے صحائف مختلف تھے یعنی جو ایک کے پاس لکھا ہوا تھا وہ دوسرے کے پاس نہ تھا[24] حالانکہ ہر صحابي نے سارے کا سارا نہیں لکھا تھا بلکہ اپنی آسانی کے لیے چند سورتیں اپنے اپنے صحیفے میں لکھی تھیں اور کچھ صحابہ کرام کے پاس زیادہ تھیں اور کچھ کے پاس کم، باقی جو ان کو یاد تھیں بسا اوقات وہ اس صحیفے میں نہیں تھیں۔

انہوں نے ایک اہم اعتراض یہ اٹھایا ہے کہ مصحفِ عثمان نقاط اور اعراب سے خالی تھا۔ یہ اعتراض اس چیز کا مسلمہ ثبوت ہے کہ وہ علم تاریخ اور تدوین سے نا واقف ہے کیونکہ قرآن کریم عربوں کے درمیان عربی زبان میں نازل ہوا اور عرب کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ اس وقت نقاط اور اعراب کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے اور اپنی زبان کی استعداد کے ساتھ اسے درست پڑھتے اور سمجھتے تھے، پھر بعد کے ادوار میں جب کثرت سے لوگوں نے اسلام قبول کرنا شروع کیا، عجمیوں کا عربوں سے اختلاط ہوا تو لوگوں نے پڑھنے میں غلطیاں شروع کر دیں تو نقاط و اعراب لگائے گئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ دین اسلام سے متنفر کرنے کا ایک پرانا حربہ یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں اسلامی مصادر کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے ان کے ایمان کو متزلزل کیا جائے، اس طرح وہ قوت عمل سے بھی محروم ہو جائیں گے جب کہ حقیقت ہے کہ قرآن کریم پورے کا پورا آپ ﷺ کی زندگی میں ہی محفوظ تھا۔

کتاب المصاحف کی نسبت

کیا کتاب المصاحف کی نسبت ابن ابي داود کی طرف صحیح ہے؟ اس سوال کا جواب ہاں میں ہے، وہ علماء و محدثین جنہوں نے معاجم اور فہارس پر کتابیں لکھی ہیں، ان میں انہوں نے اس کی نسبت امام ابن ابي داود کی طرف کی ہے، چند اہم حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں:

ابن ندیم نے ابن ابي داود کے ترجمہ میں کتاب المصاحف کو ان کی کتاب بتایا ہے اور ساتھ ساتھ ان کی دیگر تصانیف: کتاب المصابیح فی الحدیث، کتاب نظم القرآن، کتاب فضائل القرآن، کتاب شریعۃ التفسیر، کتاب شریعۃ القاری، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب البعث والنشور اور دیگر کتب کا بھی تذکرہ کیا ہے۔[25]

اسی طرح معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیہ میں عمر رضا کحالہ نے اس کا ذکر کیا ہے۔[26]

نیز کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون میں حاجی خلیفہ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔[27]

اور امام خیر الدین زرکلی نے الأعلام میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔[28]

کتاب المصاحف کے مشمولات

کتاب المصاحف پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔

پہلے جزء میں مصاحف کی کتابت، مصاحف کے خطوط، مصاحف کی جمع تدوین، جمع عثمانی وغیرہ کے متعلق مختلف ابواب کے تحت روایات اور آثار جمع کیے گئے ہیں۔

دوسرے جزء میں بعض آیات قرآنیہ کا قرآن کا حصہ ہونے والی روایات، مصحف عثمانی میں اغلاط کے بارے میں مروی آثار درج ہیں، اسی طرح اس جزء میں مصاحف عثمانیہ کے باہمی اختلافات اور صحابہ کے بعض مصاحف قراءات کا تعارف درج ہے۔

تیسرے جزء میں صحابہ کے اختلاف مصاحف قراءات کا تذکرہ ہے، اس حصے کی دوسری بحث یہ ہے کہ ابن ابی داود نے اپنی سند سے نبی ﷺ کی ان قراءات کا ذکر کیا ہے جو صحابہ نے نقل کی ہیں۔ اس حصے کی تیسری اہم ترین بحث مصاحف عثمانیہ کے مختلف الفاظ کے رسم یعنی انداز تحریر کے بارے میں ہے۔

چوتھا جزء مصحف عثمانی کے اجزاء اور تقسیم کے بارے میں ہے۔ ان کو خوش بو لگانے وغیرہ کے متعلق روایات وآثار بیان کیے گئے ہیں۔

پانچویں حصہ میں مصاحف کے تبادلے، بغیر وضو کے مصحف کو چھونے، زمین پر رکھنے اور مصحف میں دیکھ کر امامت کروانے وغیرہ احکام کے بارے میں روایات وآثار بیان کیے گئے ہیں۔

کتاب المصاحف کا منہج تالیف

یہ کتاب مذکورہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے، ہر جزء کو مصنف نے کئی ایک ابواب میں تقسیم کیا ہے، مصنف کا طریقہ کار یہ ہے کہ شروع میں کسی باب کے لیے ایک عنوان قائم کرتے ہیں، اس کے بعد اس باب سے متعلق اپنی سند سے ان احادیث اور آثار کا تذکرہ کرتے ہیں جو انھوں نے اپنے اساتذہ سے نقل کیے ہیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ مصنف نے کوئی باب باندھا ہے اور اس کے تحت کوئی روایت یا اثر نقل نہیں کیا جیسا کہ مصاحف تابعین کے باب کے ذیل میں انہوں نے مصحف طلحۃ بن مصرّف الأیامی کے نام سے باب باندھا ہے لیکن اس کے تحت کسی

روایت یا اثر کو نقل نہیں کیا۔ شاید ان کے نزدیک اس مصحف کے بارے میں کوئی ثابت شدہ روایت موجود نہ ہو۔[29] مصنف صحابہ اور تابعین سے مروی قراءات کو مصحف کے عنوان کے تحت نقل کرتے ہیں۔ مثلا مصنف نے مصحف علی بن ابی طالب رضي الله عنه کے نام سے ایک باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت سیدنا علی رضي الله عنه سے منسوب ایک قراءت بایں الفاظ نقل کی ہے:

حدثنا عبدالله ، حدثنا محمد بن عبدالله المخرمی، حدثنا مسهر بن عبدالملك حدثنا عيسى بن عمر عن عطاء بن السائب عن ابى عبدالرحمن عن على أنه قرأ :آمن الرسول بما أنزل إليه وآمن المؤمنون۔[30]

ابو عبدالرحمن حضرت علی رضي الله عنه سے بیان کرتے ہیں کہ "انھوں نے اس آیت کو آمن الرسول ـــــــــــ اور پھر آمن المؤمنون پڑھا۔"

مصنف نے جو کچھ کتاب میں نقل کیا ہے وہ سب ان کی اپنی رائے نہیں ہے بلکہ اس کا ایک بہت بڑا حصہ وہ ہے جس میں وہ دیگر علماء کی آراء نقل کرتے ہیں، پھر بعض دفعہ ان آراء پر نقد و تبصرہ بھی کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ اور تابعین کے مصاحف کے اختلافات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم اپنے پاس موجود مصحف عثمانی ہی کا اعتبار کریں گے اور جو روایات صحابہ و تابعین کے اختلاف قراءات کے بارے میں منقول ہیں ان سے مصحف عثمانی میں کمی بیشی جائز نہ ہو گی۔ مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"لا نرى أن نقرأ القرآن إلا لمصحف عثمان الذى اجتمع عليه أصحاب النبیﷺ فإن قرأ الإنسان بخلافه فى الصلاة أمرته بالإعادة" ۔[31]

"ہمارے نزدیک قراءت صرف مصحف عثمانی کے مطابق ہو گی جس پر نبی ﷺ کے صحابہ کا اجماع ہے۔ اگر کوئی نماز میں اس کے خلاف قراءت کرے تو میں اسے نماز لوٹانے کا حکم دوں گا۔"

اس کتاب میں مؤلف رحمہ اللہ ایک عنوان باندھنے کے بعد اس کو ثابت کرنے کے لیے ہر قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں مثلا مرفوع، مرسل، مقطوع، صحیح، حسن، ضعیف اور منقطع وغیرہ۔

کتاب المصاحف میں مصنف کا اسلوب

مصنف رحمہ اللہ کے اسلوب کو چند نکات کی صورت میں بیان کیا جا سکتا ہے جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

1: مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب میں محدثانہ طریقہ کار کو اپنایا ہے، ہر باب میں احادیث وآثار کو اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں، اس سلسلے میں وہ ناقل اور جامع ہیں اور سند کے ساتھ ان اقوال کو قائلین کی طرف منسوب کرکے وہ بری الذمہ ہو جاتے ہیں، ان روایات کی صحت وضعف کو بیان نہیں کرتے۔

2: وہ روایات کو جمع تو کرتے ہیں جس طرح صحابہ اور تابعین کے مصاحف کے متعلق روایات کو جمع کیا ہے اور صحابہ کرام کے مصاحف کے بارے میں اس کتاب میں تفصیلی معلومات ہیں، جب کہ وہ سند اور متن پر تفصیلی نقد نہیں فرماتے۔

3: ایک واقعہ کو متعدد سندوں سے بھی نقل کرتے ہیں بعض اوقات کسی باب کے ذیل میں صرف ایک روایت کو ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

4 : البتہ مصاحف تابعین کے باب میں ''مصحف طلحۃ بن مصرف الأیامی'' کے نام سے عنوان قائم کیا ہے لیکن اس کے تحت کوئی اثر بیان نہیں کیا، شائد ان کے نزدیک اس مصحف کے بارے میں کچھ بھی ثابت نہ ہو۔[32]

5: اس کتاب میں اختلاف مصاحف الأمصار کے متعلق چند روایات کو محض موازنہ کی غرض سے بیان کرتے ہیں ، سارے کے سارے اختلافات کو ذکر نہیں کرتے۔

6: رسم قرآن کے متعلق مصاحف میں موجود متفقہ روایات کو ذکر کرتے ہیں، بعض دفعہ اسی بات پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نصر بن یوسف نحوی سے حاصل کردہ روایات کو بھی ذکر کرتے ہیں تاہم علامہ دانی [33] نے مصنف کی ذکر کردہ آیات سے زائد بھی لکھی ہیں۔

7: یہ کتاب قرآن مجید کی قراءات اور اس کے فقہی احکام کے متعلق صحابہ اور تابعین کی روایات پر مشتمل ہے جن کے اندر کثرت سے اختلاف بھی پایا جاتا ہے۔

8: اس کتاب میں مصنف نے بہت سی کمزور اور ضعیف روایات کو بھی ذکر کیا ہے ،یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب مستشرقین ومستغربین کا قرآن کے موضوعات پر تحقیق کے لیے اہم مرجع ہے، انھوں نے اس کتاب کی بعض نصوص سے استدلال کرتے ہوئے قرآن مجید میں شک پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور بہت سے ایسے شبہات کو ہوا دینے کی سعی کی ہے جو محدثین کے نزدیک بالکل ثابت نہیں ہیں۔

9: اس کتاب کو فن کی اولین کتاب ہونے کا اعزاز حاصل ہے جس کی وجہ سے اس کا اپنا ایک مقام ومرتبہ ہے اور ظاہر ہے کہ ہر نقشِ اول کے اندر کچھ کمی موجود ہوتی ہے اور اس کی تکمیل کی ضرورت ہوتی ہے۔

10: مصنف رحمہ اللہ نے اس کتاب کو بیان کرنے میں امانت ودیانت کے پہلو کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور دقّت نظر کا مظاہرہ کیا ہے، جب کہ یہ ایک حقیقت ہے ماہرین فن اس کتاب میں مذکور کمزور روایات سے احتراز کرتے ہوئے صحیح اور حسن روایات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ابو بکر عبداللہ بن سلیمان بن اشعث کے تفردات کی چند مثالیں

بلاشبہ یہ کتاب اپنے موضوع ہر ایک اہم دستاویز ہے اور معلومات سے بھرپور ہے۔ابن ابی داود رحمہ اللہ نے کتاب المصاحف میں ایسی روایات کا ذکر کیا ہے جو ان کے سوا کسی اور نے بیان نہیں کیں جن کی تعداد کافی زیادہ ہے، یہاں ہم نمونے کے طور پر صرف تین روایات کو ذکر کر رہے ہیں:

پہلی روایت: **قال عبدلله : حدثنا عبدالله بن محمد بن خلاد ، قال حدثنا يزيد قال: أخبرنا مبارك عن الحسن أن عمر بن الخطاب سأل عن آية من كتاب الله فقيل كانت مع فلان فقتل يوم اليمامة فقال:إنا لله ، وأمر بالقران فجُمع ، وكان أول من جَمَعه في المُصْحَف۔**[34]

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب رضي اللہ عنہ نے قرآن کریم کی کسی آیت کے بارے میں پوچھا تو ان سے کہا گیا کہ وہ آیت فلاں صحابی کے پاس تھی جو جنگ یمامہ میں شہید ہوگئے ہیں تو سیدنا عمر رضي اللہ عنہ نے "إنا للہ" پڑھا (افسوس کا اظہار کیا) اور قرآن کریم کو جمع کرنے کا حکم دیا تو اسے جمع کیا گیا اور وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اسے مصحف میں جمع کروایا۔

روایت کی استنادی حیثیت

اس روایت کی استنادی حیثیت چند نکات کی صورت میں درج ذیل ہے:

اس روایت کی سند میں عبداللہ بن محمد بن خلاد ہیں ان کی کنیت ابو امیہ ہے، اسے امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔[35] اس روایت کے دوسرے راوی یزید بن ھارون رذاذی ہیں اور یہ ثقہ اور قابل حجت ہیں۔[36]

تیسرے راوی مبارک بن فضالۃ بن ابی امیۃ قرشی عدوی ہیں اور کنیت ابو فضالہ ہے، امام یحیی بن معین اور امام نسائی نے انہیں ضعیف کہا ہے۔امام احمد بن حنبل اور حافظ ابن حجر نے انھیں مدلس اور مرسل کہا ہے۔[37]

حکم: اول تو اس روایت کی سند میں انقطاع ہے کیونکہ حسن بصری رحمہ اللہ کی سیدنا عمر رضي اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں، اسی طرح مبارک بن فضالہ ضعیف ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور دوسری بات یہ ہے کہ منقطع

ہونے کے ساتھ ساتھ صحیح روایت کے مخالف بھی ہے نیز اس کے بعض رُوات پر کلام بھی کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔

جائزہ: یہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ حضرت ابو بکر رضي الله عنہ نے زید بن ثابت رضي الله عنہ کو قرآن کریم لکھنے کا حکم دیا تھا [38] اور ابن ابی داود نے دوسری جگہ خود ہی صحیح اور حسن سند کے ساتھ حضرت علی رضي الله عنہ کا قول ذکر کیا ہے:

"أعظم الناس أجرا فى المصاحف أبو بكر، رحمة الله على أبى بكر، هو أول من جمع بين اللوحين۔"[39]

"مصاحف کے بارے میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والے ابو بکر ہیں، ابو بکر رضي الله عنہ پر الله کی رحمت ہو انھوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو دو گتوں کے درمیان جمع کیا۔"

امام ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "المقنع" میں اس قول کو ذکر کیا ہے۔ [40] نیز خیال رہے کہ جتنے بھی متقدمین و متأخرین نے جمع قرآن کے حوالے سے بحث و تمحیص کی ہے وہ تمام سیدنا علی رضي الله عنہ کے اس قول کو ذکر کرتے ہیں تاہم کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ قرآن کو سب سے قبل سیدنا عمر رضي الله عنہ نے جمع کیا تھا[41]۔

دوسری روایت :حدثنا عبدالله قال حدثنا إسماعيل بن أسد قال: حدثنا هوذة قال حدثنا عوف عن عبدالله بن فضالة ، قال : لما أراد عمر أن يكتب الإمام أقعد له نفراً من أصحابه وقال: إذا اختلفتم فى اللغة فاكتبوها بلغة مضر فإنّ القرآن نزل على رجل من مضر۔[42]

"عبداللہ بن فضالہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضي الله عنہ نے جب مصحف امام لکھنا چاہا تو صحابہ کرام کو قرآن اکٹھا کرنے کے لیے بٹھایا اور کہا: جب تمھارا لغت میں اختلاف ہو تو تم مضر قبیلہ کی لغت میں لکھنا کیونکہ قرآن کریم مضر قبیلہ کے ایک آدمی پر اُترا ہے۔"

اس روایت کی استنادی حیثیت

اس روایت کے راوی اسماعیل بن أسد بن ابی الحارث بغدادی ہیں، دار قطنی رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ، صدوق، ورع اور فاضل کہا ہے[43]۔ اس روایت کے دوسرے راوی ھوذہ بن خلیفۃ بن عبد اللہ ثقفی ہیں، حافظ ابن حجر نے ان کو صدوق کہا ہے۔ [44]

تیسرے راوی عوف بن ابی جمیلہ العبدی ابو سہل بصری ہیں، انھیں حافظ ابن حجر نے ثقہ کہا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ "رُمیَ بالقدر والتّشیع" قدر اور تشیع سے متہم ہیں۔[45] چوتھے راوی عبداللہ بن فضالہ لیثی زھرانی ہیں، ان کی روایات مرسل ہیں، امام ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا ہے۔[46]

جائزہ: اس میں ایک تو جمع قرآن کی نسبت حضرت عمر کی طرف کی گئی ہے جیسے اوپر بھی ذکر کیا گیا ہے اور دوسرا ابن ابی داؤد کی بیان کردہ روایت صحیح بخاری کی روایت کے خلاف ہے کہ جس روایت میں ہے کہ سیدنا عثمان رضي الله عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، اور عبدالرحمن بن حارث بن ھشام کو کہا کہ اگر کتابت قرآن کے دوران تمھارا کسی لفظ کی کتابت میں اختلاف ہو جائے تو تم اس لفظ کو لغت قریش میں لکھنا صحیح بخاری کے الفاظ یہ ہیں "**إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم**"۔[47]

علامہ ابو عمرو الدانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو "المقنع" میں ذکر کیا ہے اور اسی بات کو راجح کہا ہے۔[48]

حکم: اولا یہ روایت صحیح روایت کے خلاف ہونے کی بناء پر شاذ ہے کیونکہ جب ثقہ راوی اوثق کی مخالفت کرے تو ثقہ کی روایت شاذ ہوتی ہے۔ جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ مصحف امام لکھنے کا حکم سیدنا عثمان نے دیا تھا، دوسرا تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو بھی یہ روایت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ آذربیجان کا واقعہ سیدنا عثمان رضي الله عنہ کے دور میں ہوا تھا اور اس وقت حضرت عمر رضي الله عنہ زندہ نہیں تھے اور قرآن جمع کرنے کا حکم سیدنا عثمان رضي الله عنہ نے دیا تھا۔

تیسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید لغت قریش میں نازل ہوا تھا کیونکہ آپ ﷺ قبیلہ قریش سے تھے اور آپ ﷺ کی نسبت مضر کی طرف کرنا بے بنیاد ہے۔

تیسری روایت: **حدثنا عبدالله قال حدثنا أحمد بن سنان سمعت عبدالرحمن بن مهدى يقول: خصلتان لعثمان بن عفان ليستا لأبى بكر ولا لعمر: صبره نفسه حتى قُتل مظلوما، وجمعه الناس على المصحف۔**[49]

عبدالرحمن بن مھدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان میں دو خوبیاں ایسی ہیں جو کہ سیدنا ابو بکر و عمر میں بھی نہیں ہیں۔ ایک خوبی یہ ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو صبر پر مجبور کیا حتی کہ ان کو شہید کر دیا گیا اور دوسری خوبی یہ ہے کہ انھوں نے لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کیا۔

اس روایت کی استنادی حیثیت

اس روایت کے پہلے راوی احمد بن سنان بن اسد بن حبان ہیں اور ان کی کنیت ابو جعفر واسطی ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو ثقہ اور حافظ کہا ہے،[50] دوسرے راوی عبدالرحمن بن مھدی بن حسان عنبری ہیں۔ حافظ نے ان کو ثقہ، ثبت، حافظ، عالم الرجال والحدیث کہا ہے۔[51] علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا۔ اور اس روایت کو علی بن حسن بن ھبۃ اللہ المعروف ابن عساکر نے بھی تاریخ مدینہ دمشق میں دو اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ایک تو یہی سند ہے اور دوسری سند مندرجہ ذیل ہے:

أنبأنا أبو علي الحداد أنا أبو نعيم نا أحمد بن بندار نا عبد الله بن أحمد بن أسيد قال سمعت أحمد بن سيار يقول سمعت عبد الرحمن بن مهدي يقول كان لعثمان شيئان.........[52]

اسی معنی کی اور بھی روایات ہیں۔ امام بغوی نے اپنی کتاب شرح السنہ میں ابو مجلز سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالی عثمان پر رحم کرے اگر وہ لوگوں کو ایک قراءت پر جمع نہ کرتے تو لوگ قرآن مجید کو شعروں کے ساتھ پڑھتے۔[53]

امام ابو عمرو دانی نے بھی اسی معنی کی روایت کو ایک دوسری سند سے ذکر کیا ہے۔[54]

حکم: ان تمام روایات کی جانچ پڑتال کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ روایت بظاہر مقطوع ہے لیکن اس روایت کے سب رُواۃ ثقہ ہیں۔ اور اس معنی کی اور بھی روایات ہیں جو ذخیرہ حدیث میں موجود ہیں لہذا یہ روایت سند اور متن دونوں اعتبار سے صحیح ہے۔

خلاصہ بحث:

اس مضمون میں محدثین کے منہج کے مطابق لکھی گئی ایک اہم کتاب "المصاحف" مصنفہ امام ابو بکر کے متعلق تعارف اور تبصرہ پیش کیا گیا ہے، قرآن کریم کے رسم، خط، کتابت، مصاحف، قرآءت اور جمع وتدوین پر اسلامی ادب میں ایک بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے جس میں کتاب المصاحف کا شمار اولین مراجع میں ہوتا ہے، ابن ابی داؤد باوجود اس کے کہ ان کی ذات پر کلام بھی کیا گیا ہے لیکن مصاحف اور قرآءت وغیرہ کے بارے میں وہ ایک معتبر ذریعہ ہیں، ان کی نقل کردہ اکثر روایات معتبر اور قابل قبول ہیں۔ اس سلسلے میں جہاں پر انھوں نے ایسی روایات ذکر کی ہیں جو جمہور علماء کی تحقیق کے برعکس ہیں وہاں پر محدثین کے اصول ترجیح کے مطابق ان روایات کو پرکھا جائے گا اور معتبر روایات کو قبول کیا جائے اور اگر وہ دوسری صحیح روایات کے معارض ہو تو انہیں رد کر دیا جائے گا۔

حوالہ جات وحواشی

1 ابن عدي؛ عبداللہ بن عدي الجرجاني (م365ھ)، الکامل في ضعفاء الرجال265/4، دارالفکر، بیروت، طبع سوم، سال 1988

2 ذھبي؛ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان (م748ھ)، سیر أعلام النبلاء222/13، مؤسسۃ الرسالۃ

3 واعظ، عبد السبحان، تحقیق کتاب المصاحف، ص:۳۶تا۴۱، دار البشائر الاسلامیہ، طبع اول، ۱۹۹۵

4 خطیب، ابو بکر، تاریخ بغداد ۱۲/34، مکتبہ خانجی، قاھرہ۔

5 ذہبی، میزان الاعتدال ۴۳/٦۔

6 الاثری، ابوعبداللہ، ریدان، جامع شروح المنظومیۃ الحائیۃ، ص:2

امام ابو بکر سے یہ قول ابن بطہ نے نقل فرمایا ہے، دیکھئے: ابن أبي یعلی، طبقات الحنابلہ ۵۲/۲۔ اور ذہبی، السیر 13 /۲۳۳۔

7 خطیب بغدادي، تاریخ بغداد465/9۔

8 حوالہ مذکورہ.

9 حوالہ مذکورہ227/13.

10 ابن عدي، الکامل فی الضعفا 256/4و266.

11 حوالہ مذکورہ.

12 حوالہ مذکورہ.

13 حوالہ مذکورہ

14 ذہبی، سیر 505/14۔

15 ایضا225،231/13۔

16 حافظ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التہذیب میں ان کو ثقہ کہا ہے، ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا ہے اور امام نسائی نے اس سے ایک عالی روایت لی ہے۔

17 ذہبی، سیر 225،231/13۔

18 معلمی، عبدالرحمن بن یحیی، التنکیل: 299/1، حدیث اکیڈمی فیصل آباد، 1988م۔

19 احسان اللہ شاہ صاحب کا مکتبہ جونیو سعید آباد سندھ کے مضافات میں ان کے گاوں میں واقع ہے۔

20 واعظ، عبد السبحان، کتاب المصاحف، ص:۸۹، ۹۰۔

21 ابن حبان، محمد بن حبان، الثقات، رقم ۱۳

22 آرتھر جیفری، دکتور، مقدمہ کتاب المصاحف (مکتبہ رحمانیہ مصر، طبع اول: ۱۹۳6م) ص:4۔

23 حوالہ مذکورہ

24 حوالہ مذکورہ ص:۵-6

25 ابن ندیم،الفہرست،ص:۳۲۴،دار المعرفہ،بیروت۔

26 کحالہ، عمر رضا، معجم المولفین تراجم مصنفی الکتب العربیۃ: ۶/۶۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

27 حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبد اللہ، کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون ۲/۱۷۰۳۔

28 زرکلی، خیر الدین، الاعلام ۴/۹

29 ابن ابی داود، کتاب المصاحف، ص: ۱۰۱

30 ابن ابی داود، کتاب المصاحف، ص: 295

31 ابن ابی داود، کتاب المصاحف، ص: 298

32 ابن ابی داود، کتاب المصاحف، ص: ۱۰۱

33 علامہ دانی،ابو عمرو عثمان بن سعید بن عمر الدانی الصیرفی کے نام سے مشہور ہیں۔۳۷۱ھ میں دانیہ میں پیدا ہوئے۔تاہم یاقوت حموی نے ان کے شاگرد سلیمان بن نجاح سے ۳۷۲ھ کی ولادت کا تذکرہ کیا ہے۔ان کی وفات ۴۴۴ھ میں ہوئی۔امام دانی رحمہ اللہ اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے،علم القراءات میں ان کو سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے،انھوں نے قراءات اور مصاحف کے حوالے سے بہت سی کتب لکھیں۔ان میں سے ایک المقنع فی معرفۃ مرسوم مصاحفِ أھل الامصار ہے۔

34 کتاب المصاحف، حدیث (۳۲) ص: ۱۶۲۔

35 ابن حبان۔ الثقات: ۸/۳۶۸۔

36 مزی: جمال الدین ابو الحجاج بن یوسف261/32

37 ایضا: 180/27، ابن عدی، الکامل319/6، ابن حجر، التقریب ص:918۔

38 بخاری: محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث نمبر (4986)۔

39 ابن ابی داود، کتاب المصاحف، حدیث (14) ص: 139۔

40 الدانی: ابو عمرو، المقنع ص: 13

41 تفصیل کیلئے دیکھئے: زرکشی، محمد بن عبد اللہ (م ۷۹۴ھ)،البرھان 233/1 اور سیوطی، جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر، الاتقان377/2

42 ابن ابی داود، کتاب المصاحف، حدیث نمبر (34) ص: 173

43 مزی: جمال الدین ابو الحجاج بن یوسف، تہذیب الکمال۲/42۔

[44] ابن حجر، التقریب ص:1025۔

[45] ایضا، ص: 757۔

[46] ابن حجر، التقریب ص: 535، مزی: جمال الدین ابو الحجاج بن یوسف 431/15۔

[47] بخاری: محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، حدیث نمبر (3506)۔

[48] الدانی: ابو عمرو، المقنع ص:143،142۔

[49] ابن ابی داود، کتاب المصاحف، حدیث نمبر (44) ص: 172

[50] ابن حجر، التقریب ص: 90.

[51] ابن حجر، التقریب ص: 601.

[52] ابن عساکر: علی بن حسن بن ہبۃ اللہ، تاریخ دمشق 250/39۔

[53] بغوی: حسین بن مسعود (متوفی 516)، شرح السنۃ 525/4۔

[54] الدانی: ابو عمرو، المقنع ص:157،156۔